بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامدا و مصلیا

(۱)۔۔۔ کسی بھی مملکت اور ریاست کو ملکی انتظامی امور چلانے کے لیے، مستحقین کی امداد، سڑکوں، پلوں اور تعلیمی اداروں کی تعمیر، بڑی نہروں کا انتظام، سرحد کی حفاظت کا انتظام، فوجیوں اور سرکاری ملازمین کو مشاہرہ دینے کے لیے اور دیگر ہمہ جہت جائز اخراجات کو پورا کرنے کے لیے وسائل کی ضرورت ہوتی ہے اور ان وسائل کو پورا کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ، خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مبارک عہد اور ان کے بعد کے روشن دور میں بیت المال کا ایک مربوط نظام قائم تھا اور اس میں مختلف قسم کے اموال جمع کیے جاتے تھے مثلاً ''خمس غنائم''، یعنی جو مال کفار سے بذریعہ جنگ حاصل ہو اس کے چار حصے مجاہدین میں تقسیم کرنے کے بعد باقی پانچواں حصہ، مال فیئ یعنی وہ مال جو بغیر کسی مسلح جدوجہد کے حاصل ہو، ''خمس معادن'' یعنی مختلف قسم کی کانوں سے نکلنے والی اشیاء میں سے پانچواں حصہ، ''خمس رکاز'' یعنی جو قدیم خزانہ کسی زمین سے برآمد ہو اس کا بھی پانچواں حصہ، مسلمانوں کی زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور ان کی زمینوں کا عشر، خراج، جس میں غیر مسلموں کی زمینوں سے حاصل شدہ خراج اور ان کا جزیہ اور ان سے حاصل شدہ تجارتی ٹیکس اور وہ اموال جو غیر مسلموں سے ان کی رضامندی کے ساتھ مصالحانہ طور پر حاصل ہوں اور ضوائع یعنی لاوارث مال، لاوارث شخص کی میراث وغیرہ۔

لیکن آج کے دور میں جب کہ یہ اسباب و وسائل یا تو بالکل ہی ناپید ہو گئے ہیں یا (کسی زمانہ میں) حکومت جتنی سہولتیں فراہم کر رہی ہے ان کے لیے یہ وسائل ناکافی ہیں لہٰذا ان ضروریات اور اخراجات کو پورا کرنے کے لیے ٹیکس کا نظام قائم کیا گیا کیونکہ اگر حکومت ٹیکس نہ لے تو فلاحی مملکت کا سارا نظام خطرہ میں پڑ جائے گا۔ البتہ اس میں شک نہیں کہ مروجہ ٹیکس (انکم ٹیکس، ویلتھ ٹیکس، جنرل سیلز ٹیکس وغیرہ) کے نظام میں کئی خرابیاں ہیں، سب سے اہم یہ ہے کہ ٹیکس کی شرح بعض مرتبہ نامنصفانہ بلکہ ظالمانہ ہوتی ہے اور یہ کہ وصولی کے بعد بے جا اسراف اور غیر مصرف میں ٹیکس کو خرچ کیا جاتا ہے، لیکن بہر حال ٹیکس کے بہت سے جائز مصارف بھی ہیں اس لیے یہ کہنا کہ حکومت کے لیے مطلقاً ٹیکس لینا جائز نہیں یا یہ کہ تمام ٹیکس ظالمانہ ہیں درست نہیں۔ (مأخذہ التبویب بتصرف: ۳۴/۵۲۴)

(۲، ۳)۔۔۔ نمبر (۱) میں ذکر کردہ تفصیل کے مطابق اگر حکومت جائز مصارف دیگر ذرائع آمدنی سے پورے نہیں ہوتے جیسا کہ ہمارے زمانہ کا حال ہے تو حکومت کو اپنے مصارف پورا کرنے کے لیے ٹیکس لینے کی چند شرائط کے ساتھ اجازت ہے:

(جاری ہے۔۔۔)

۱۔۔۔بقدرِ ضرورت ٹیکس لگایا جائے۔

۲۔۔۔لوگوں کے لیے قابل برداشت ہوں۔

۳۔۔۔وصولی کا طریقہ مناسب ہو۔

۴۔۔۔ ٹیکس کی رقم کو ملک وملت کی واقعی ضرورتوں اور مصلحتوں پر صرف کیا جائے۔

جس ٹیکس میں مندرجہ بالا شرائط کا لحاظ نہ کیا جاتا ہو تو حکومت کے لیے ایسے ٹیکس جائز نہیں۔

(۳)۔۔۔کسی بھی مملکت میں رہنے والا شہری عملاً اس ملک کے قوانین کی پاسداری کرنے کا عہد کرتا ہے اور اور حاکم کی طرف سے جو جائز قانون لاگو کیا جاتا ہے اس کو بجالانا اور بلا عذرِ شرعی اس کی خلاف ورزی نہ کرنا ہر شہری کی ذمہ داری ہے۔ لہٰذا ایسے ٹیکس جو واقعی ضروریات اور اخراجات کے لیے لگائے جاتے ہیں ان کو ادا کرنا ضروری ہے اور ٹیکس چوری کرنا جائز نہیں۔ البتہ جو ٹیکس ظالمانہ ہیں ان میں اگر حکومت سے گفت وشنید کے ذریعے کوئی جائز صورت نکل آئے جس میں شرعاً کوئی قباحت نہ ہو تو اس کو اختیار کرنا چاہیے اور اگر حکومت سے گفت وشنید کرکے بھی ظالمانہ ٹیکس سے بچنے کی کوئی ممکن صورت نہ بن سکے تو اس صورت میں صریح جھوٹ بولے یا لکھے بغیر توریہ کرکے عزت وآبرو کے ساتھ بچنا ممکن ہو تو اس کی گنجائش ہے اور اس صورت میں گناہ نہیں، بشرطیکہ اس صورت میں بھی کسی خلافِ شرع کام مثلاً رشوت وغیرہ کا ارتکاب لازم نہ آئے۔(مأخذہ التبویب بتصرف:۱۲۵۷/۹۰)

الدر المختار- (4 / 217)

(ومصرف الجزية والخراج ومال التغلبي وهديتهم للإمام) وإنما يقبلها إذا وقع عندهم إن قتالنا للدين لا الدنيا جوهرة (وما أخذ منهم بلا حرب) ومنه تركة ذمي وما أخذه عاشر منهم ظهيرية (مصالحنا) خبر مصرف (كسد ثغور وبناء قنطرة وجسر وكفاية العلماء) والمتعلمين تجنيس وبه يدخل طلبة العلم فتح (والقضاة والعمال) ككتبة قضاة وشهود قسمة ورقباء سواحل (ورزق المقاتلة وذراريهم) أي ذراري من ذكر مسكين واعتمده في البحر قائلا: وهل يعطون بعد موت آبائهم حالة الصغر؟ لم أره،

حاشية ابن عابدين (رد المحتار) - (4 / 217)

مطلب في مصارف بيت المال

(قوله ومصرف الجزية والخراج إلخ) قيد بالخراج لأن العشر مصرفه مصرف الزكاة كما مر (قوله وإنما يقبلها إلخ) ترك قيدا آخر ذكره في الجوهرة وهو أن يكون المهدي لا يطمع في إيمانه لو ردت هديته فلو طمع في إيمانه بالرد لا

يقبل منه (قوله وما أخذ منهم بلا حرب) فيه أن ما قبله مأخوذ بحرب، لكن فسره في النهر بالمأخوذ صلحا على ترك القتال قبل نزول العسكر بساحتهم (قوله مصالحنا) نبه بذلك على أنه لا يخمس ولا يقسم بين الغانمين نهر، وهو جمع مصلحة بفتح الميم واللام ما يعود نفعه إلى الإسلام ط عن القهستاني (قوله كسد ثغور) أي حفظ المواضع التي ليس وراءها إسلام، وفيه إشعار بأنه يصرف إلى جماعة يحفظون الطريق في دار الإسلام عن اللصوص قهستاني (قوله وبناء قنطرة وجسر) القنطرة ما بني على الماء للعبور، والجسر بالفتح والكسر ما يعبر به النهر وغيره مبنيا كان أو غيره كما في المغرب ومثله بناء مسجد وحوض، ورباط وكري أنهار عظام غير مملوكة كالنيل وجيحون

الدر المختار وحاشية ابن عابدين (رد المحتار) – (2 / 336)

وقال أبو جعفر البلخي ما يضربه السلطان على الرعية مصلحة لهم يصير دينا واجبا وحقا مستحقا كالخراج، وقال مشايخنا وكل ما يضربه الإمام. عليهم لمصلحة لهم فالجواب هكذا حتى أجرة الحراسين لحفظ الطريق واللصوص ونصب الدروب وأبواب السكك وهذا يعرف ولا يعرف خوف الفتنة ثم قال: فعلى هذا ما يؤخذ في خوارزم من العامة لإصلاح مسناة الجيحون أو الربض ونحوه من مصالح العامة دين واجب لا يجوز الامتناع عنه، وليس بظلم ولكن يعلم هذا الجواب للعمل به وكف اللسان عن السلطان وسعاته فيه لا للتشهير حتى لا يتجاسروا في الزيادة على القدر المستحق اهـ.

قلت: وينبغي تقييد ذلك بما إذا لم يوجد في بيت المال ما يكفي لذلك لما سيأتي في الجهاد من أنه يكره الجعل إن وجد فيء

فقه الزكاة – يوسف القرضاوي – (2 / 493)

ولكن هذه الأمور ضرورية للدولة الإسلامية ولأي دولة، فمن أين تنفق على هذه المرافق، وإقامة هذه المصالح إذا لم يجز لها الصرف من الزكاة؟

والجواب: أنها كانت تنفق على هذه المصالح من خمس الغنائم الحربية التي يستولي عليها المسلمون من أعدائهم المحاربين، أو مما أفاء الله عليهم من أموال المشركين بغير حرب ولا قتال، وكان هذان الموردان في عهود الفتح الإسلامي الأولى يغنيان الخزانة بما لا تحتاج معه إلى فرض ضرائب على الناس غير الزكاة. وبخاصة أن واجبات الدول حينذاك كانت محدودة. أما في عصرنا –وقد نضب هذان الموردان– فلم يعد لإقامة مصالح الأمة مورد إلا فرض ضرائب أو

وظائف على ذوي المال، بقدر ما يحقق المصلحة الواجب تحقيقها، وفقا لقاعدة: "ما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب"...إنّ الأموال التي تُجبى من الضرائب تُنفق في المرافق العامة التي يعود نفعها على أفراد المجتمع كافة، كالدفاع والأمن والقضاء والتعليم والصحة والنقل والمواصلات والري والصرف، وغيرها من المصالح التي يستفيد منها مجموع المسلمين، من قريب أو من بعيد...وإذا كان الفرد يستفيد من وجود الدولة وسيطرتها، ويتمتع بالمرافق العامة في ظل إشرافها وتنظيمها وحمايتها للأمن الداخلي والخارجي، فعليه أن يمدها بالمال اللازم لتقوم بمسئوليتها...لشروط التي تجب رعايتها في الضرائب

ولكن الضريبة التي يعترف لها الإسلام بالشرعية، ويرضى نظامه عنها هي التي تتوافر لها الشروط الآتية:

الشرط الأول- الحاجة الحقيقية إلى المال ولا مورد آخر...

الشرط الثاني- توزيع أعباء الضرائب بالعدل...

الشرط الثالث- أن تُنفق في مصالح الأمة لا في المعاصي والشهوات...

الشرط الرابع- موافقة أهل الشورى والرأي في الأمة...

بدائع الصنائع، دارالكتب العلمية – (7 / 99)

وإذا أمر عليهم يكلفهم طاعة الأمير فيما يأمرهم به، وينهاهم عنه؛ لقول الله – تبارك وتعالى – {يا أيها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم} [النساء: 59] وقال – عليه الصلاة والسلام –: «اسمعوا وأطيعوا، ولو أمر عليكم عبد حبشي أجدع ما حكم فيكم بكتاب الله – تعالى» ولأنه نائب الإمام، وطاعة الإمام لازمة كذا طاعته؛ لأنها طاعة الإمام، إلا أن يأمرهم بمعصية فلا تجوز طاعتهم إياه فيها؛ لقوله – عليه الصلاة والسلام –: «لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق» ولو أمرهم بشيء لا يدرون أينتفعون به أم لا، فينبغي لهم أن يطيعوه فيه إذا لم يعلموا كونه معصية؛ لأن اتباع الإمام في محل الاجتهاد واجب، كاتباع القضاة في مواضع الاجتهاد والله تعالى – عز شأنه – أعلم...والله سبحانه وتعالى اعلم

الجواب صحیح
احقر محمود اشرف غفرالله
۲۳/۲/۱۴۳۶ھ

الجواب صحیح

جنید احمد خان
دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی
۳۰ صفر ۱۴۳۶ھ
۲۳ دسمبر ۲۰۱۴ء

الجواب صحیح
محمد یعقوب عفی عنہ